© rasailojaraid.com

قرآن مجید کی معنوی تفسیر

بطن القرآن

مولانا محمد فاروق خاں
ایم۔اے

قرآن مجید میں زندگی کے لئے کچھ بنیادی عقائد و نظریات اور ظاہری احکام اور ضوابط ہی بیان نہیں ہوئے ہیں بلکہ قرآن میں بعض ایسے لطیف حقائق و معانی بھی بیان کئے گئے ہیں جن کے ادراک کے لئے حد درجہ حساس دل اور حساس ذہن و دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ حقائق و معانی ایسے ہیں جن سے خود ہماری فطرت کی عمیق ترین حسیات کی ترجمانی ہوتی ہے جن کی طرف سے عام حالات میں ہم بالکل غافل ہوتے ہیں۔ پھر قرآن صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں ہمارے بہترین جذبات اور ہماری فطرت کے لطیف ترین تقاضوں سے آشنا کرتا ہے بلکہ وہ اس سلسلہ میں بھی ہماری پوری رہنمائی کرتا ہے کہ ہماری فطرت کے تقاضے کیوں کر پورے ہو سکتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم اپنے اندرون اور اپنے روح کے تقاضوں سے واقف نہ ہوں خدا کی طاعت اور اس کی بندگی کا حق ہم ادا نہیں کر سکتے۔ جسم کو تو انسان بآسانی خدا کے آگے جھکا سکتا ہے لیکن جب تک روح بھی اس کے آگے سجدہ ریز نہ ہو نہ حق بندگی ادا ہوتا ہے اور نہ انسان صحیح معنی میں اپنے خالق کے خلاف سرکشی سے یکسر باز آسکتا ہے۔

جس طرح پھیلی ہوئی کائنات اپنے کشادہ دامن میں کتنی ہی دنیائے معانی چھپائے ہوئے ہے لیکن انسان اپنی بے خبری اور کوتاہ نگاہی کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ٹھیک یہی حال قرآن کا ہے۔ قرآن ہمیں زندگی کے اعلیٰ مفہوم سے آشنا کرنا چاہتا ہے اس میں ہر جگہ ابدی حسن کی جلوہ گری ہے۔ ہر مقام پر وہ اسرار حیات اور اعلیٰ حقیقتوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کرانی چاہتا ہے لیکن ہم چوک جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ ہماری زندگی نظر آنے والی چند سطحی چیزوں سے عبارت ہے اور نہ قرآن محض احکام و قوانین کا نام ہے۔ بلکہ جس طرح آدمی کی پہچان چہروں سے نہیں دلوں سے ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح قرآن کی عظمت کا اصل راز وہ حقائق اور اسرار ہیں جو بطن قرآن میں پائے جاتے ہیں۔ قرآن کے اپنے بیان اور اظہار مدعا میں کوئی ابہام نہیں پایا جاتا پھر بھی اگر ہماری حس تیز نہیں

اور ہم فکر و تدبّر سے کام نہ لیں تو قرآن کے کتنے ہی ایسے اہم مقامات سے ہم سرسری طور سے گذر جائیں گے جہاں معانی و معارف کی ایک وسیع کائنات دکھائی دیتی ہے، اس معاملہ میں قرآن ہماری پوری توجہ چاہتا ہے توجہ اور ذہن و قلب کی بیداری کے بغیر محرومی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ قرآن کہتا سب کچھ ہے لیکن اس کے کہنے کا ایک خاص اسلوب ہے جس میں جامعیت، ایجاز اور اختصار بیان کا خاص اہتمام پایا جاتا ہے۔ نازک ترین حقیقتوں کے بیان میں اختصار نہایت ضروری بھی تھا، زیادہ توضیح و تشریح معانی، اسلوب لطیف کے خلاف ہے۔ اس لئے ابہام نہ ہو کر بھی ایسے مقامات پر ایک قسم کے ابہام کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ لطیف و نازک باتوں کا تعلق چونکہ دل سے ہوتا ہے اور دل تک بات پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ کلام میں ایک طرح کی خاموشی بھی شامل ہو۔ ہمارے دل جن گیتوں کو اپنے میں جذب کر سکتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جو لبوں پر آکر ادھورے ہی ختم ہو جائیں۔ اچھے کلام پھولوں کی طرح ہوتے ہیں جن کی قوت اپنے معنی بتانے میں صرف نہیں ہوتی لیکن ان کی خوشبو مشامِ جاں کو مسرور کر جاتی ہے۔

مفسرین قرآن نے قرآن کی مختلف تفسیریں لکھی ہیں۔ ان تفسیروں میں احکام و قوانین، روایات اور تاریخی پس منظر وغیرہ پر اچھی خاصی روشنی ڈالی گئی ہے۔ بعض میں منطق و فلسفہ اور علم کلام کے اثرات نمایاں ہیں لیکن قرآنی حکمت پر کم روشنی ڈالی گئی اور بہت کچھ اضافے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے عام احکام و قوانین سے ہٹ کر اگر کچھ لکھنے کی کوشش کی بھی ہے مثلاً تفسیر عرائس البیان جو علامہ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف منسوب ہے تو بڑا نقص یہ پایا جاتا ہے کہ اس میں خیالات و احساسات خواہ کتنے ہی گہرے اور پاکیزہ کیوں نہ ملتے ہوں لیکن بالعموم قرآن کے اپنے الفاظ ان خیالات کا ساتھ نہیں دیتے اس طرح ہم اسے تفسیر نہیں کہہ سکتے۔ جو کچھ اس میں ملتا ہے اس کی حیثیت علم اعتبار کی ہے۔ علم اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر یا سن کر آدمی کے ذہن میں بطور عبرت و نصیحت کچھ خاص باتیں آئیں جو نہ اس کا مدلول ہوں اور نہ اس کا مقصود جو کچھ کہ اس نے پڑھا یا سنا ہو۔ بعض روایات یا آثار میں ہمیں علم اعتبار کی اصل ملتی ہے اس لئے اسے صوفیاء کی بدعت قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ دو آدمیوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ جو کچھ لوگ آج کل کر رہے ہیں اور اس کے لئے محنت و مشقت برداشت کر رہے ہیں کیا یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے اور ان کی تقدیر میں گذر چکی ہے یا یہ وہ چیز ہے جو آئندہ ہونے والی ہے اور جسے ان کا نبی لایا ہے اور حجت ان پر قائم ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہی چیز ہے جو ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان پر گزر چکی ہے۔ اور کتابِ الٰہی میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس: ۷-۸)

اور شاہد ہے نفس اور جیسا کچھ اسے سنوارا پس اس کی بدی اور پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان آیتوں میں مسئلۂ تقدیر کا ذکر نہیں ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کی تائید میں ان آیتوں کو کیوں پیش فرمایا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اعتبار کے طور پر تشبیہ دی ہے کہ جس طرح فجور و تقویٰ کا القاء ہوا ہے اسی طرح اعمال کو بھی مقدر کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کی دوسری احادیث بھی ہیں جن میں علم اعتبار کا استعمال پایا جاتا ہے، ان حدیثوں کا ذکر موجب طوالت ہوگا اس لئے ہم ان کو یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔

بعض صحابہ کرامؓ سے بھی علم اعتبار کا استعمال منقول ہے۔ چنانچہ آیت

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا (الرعد: ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ندی نالے اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ آگئے

کی تفسیر میں ابن عباسؓ نے فرمایا:

یرید بالماء الشرع والدین وبالاودیة القلوب

یعنی یہاں پانی سے شرع اور دین اور اودیہ سے (بطور تشبیہ) قلوب مراد ہیں۔

اسی طرح ابن عباسؓ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الرعد: ۱۷)

"خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی عطا کرتا ہے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "لین القلوب بعد موتها والا فقد علم احیاء الارض مشاهدة" یعنی یہاں ارض سے مراد مردہ قلوب ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردہ قلوب کو زندہ کر دیتا ہے ورنہ زمین کا حال تو سبھی کو معلوم ہے۔ اس کی حالت بتانے کا اتنا اہتمام ضروری نہ تھا۔ ظاہر ہے یہ بھی علم اعتبار ہی ہے لیکن اس سے تفسیر مشہور و معروف کی نفی کرنی مقصود نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس آیت سے ظاہری مدلول پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے قلوب کی حالت کی طرف انتقال کرنا چاہئے کیونکہ دلوں کی حالت بھی وہی ہے جو زمین کی حالت مشاہد ہے۔ اس طور پر جو عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے وہ خواہ مدلول آیت نہ ہو لیکن وہ خود ایک مستقل

دلیل سے ثابت ہوتی ہے۔ یہی حقیقت ہے علم اعتبار کی۔ اہل حق صوفیاء آیاتِ قرآنی کے منقول معانی کے مدلول مفہوم و مقصود کے منکر نہیں ہیں۔

معنوی اعلیٰ حقائق جن کی تائید و تصدیق قرآن کے اپنے الفاظ سے بھی ہوتی ہے یعنی جو آیاتِ قرآنی کے منقول معانی کا مدلول مفہوم و مقصود ہوں وہ بڑے ہی قدر و قیمت کے حامل ہیں کیونکہ ان کے مستند ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کی ایسی تفسیر لکھی جائے جس میں اعلیٰ معنوی حقائق کو زیر بحث لایا جائے۔ عام باتیں جو تفسیر کی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں گرچہ وہ مفید اور ضروری ہیں انھیں نظر انداز کیا جائے کیونکہ ان سے واقف ہونے کے لئے بہت سی کتابیں اور تفسیریں پہلے سے موجود ہیں۔ کاش کوئی صاحبِ علم و نظر یہ تفسیر لکھ سکتا۔ ہم اس سلسلہ میں حسب توفیق محض کچھ احساسات قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ کام بھی اسی وقت انجام پا سکتا ہے جب کہ خدائے بزرگ و برتر کی مدد اور اس کا خاص فضل شامل حال ہو۔

اس وقت ہم سورۂ نور کی چند مشہور و معروف آیات کو غور و فکر کا موضوع بناتے ہیں۔ سورہ النور میں آیت:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ مومن کی زندگی خدا کے نور سے معمور اور روشن ہو خواہ وہ اس کی انفرادی زندگی ہو یا معاشرتی اور اجتماعی۔ چنانچہ سورہ النور میں اہلِ ایمان کے لئے اجتماعی و معاشرتی احکام بھی بیان ہوئے ہیں اور نہایت حکمت کے ساتھ اس جانب رہنمائی کی گئی ہے کہ کس طرح مومن کی اجتماعی و انفرادی زندگی میں نور حق کا ظہور ہوتا ہے اور کس طرح خدا کا نور سب کچھ اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔

حدیث سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِىْ ظُلْمَةٍ فَاَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اِهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاهُ ضَلَّ (احمد والترمذی)

اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی کی حالت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس تک یہ نور پہونچا وہ ہدایت یاب ہوا اور جو اس سے چوک گیا وہ بھٹک گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اصل میں نور الٰہی سے وابستہ ہے اور ضلالت کی حقیقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہے کہ انسان کی زندگی نورِ الٰہی کی حامل نہ بن سکے۔

سورہ نور کی مذکورہ آیت کا سلسلہ ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ
کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ
اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ
مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ
وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ
تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَہْدِی اللّٰہُ
لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥
فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ
فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَ
الْاٰصَالِ ٥ رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ
وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ
وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ
فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ٥ لِیَجْزِیَہُمُ
اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَہُمْ
مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ
بِغَیْرِ حِسَابٍ ٥ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُہُمْ
کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ
مَآءً ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ
شَیْئًا وَّوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰىہُ
حِسَابَہٗ ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ٥
اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىہُ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی تمثیل ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے ــــ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس ایسا ہے گویا چمکتا ہوا کوئی تارا ہے ــــ وہ چراغ ایک شاداب درخت زیتون کے روغن سے جلایا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، اس کا روغن آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہے، اگرچہ آگ اسے نہ بھی چھوئے، روشنی پر روشنی ہے ــــ اللہ اپنے نور کی ہدایت جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اللہ لوگوں کے لئے تمثیلیں پیش کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

ــــ ان گھروں میں جن کو بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کے ذکر کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ ان میں ایسے لوگ صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے ہیں جنھیں اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں مضطرب ہوں گے، تاکہ اللہ ان کے بہترین اعمال کی جزا دے اور اپنے فضل سے انھیں مزید نوازے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

بَعْضُہَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ
لَمْ یَکَدْ یَرٰىہَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ
لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ٥

(النور: ۳۵-۴۰)

رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل صحرا میں سراب کی طرح ہیں کہ پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اسے کچھ بھی نہ پایا۔ البتہ خدا کو اس کے پاس پایا، جس نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا، اور اللہ حساب جلد کرتا ہے۔ یا پھر جیسے ایک گہرے سمندر میں تاریکیاں موج کے اوپر موج اٹھ رہی ہے، اس کے اوپر بادل ہے تہ بہ تہ تاریکیاں جمع ہیں، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو وہ سجھائی دیتا معلوم نہ ہو۔ جسے اللہ نے روشنی نہ دی، اس کے لئے پھر کوئی روشنی نہیں۔

(نور: آیت ۳۵ تا آیت ۴۰)

اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان آیات کے بعض رموز کی طرف اشارہ کرنا چاہیں گے۔ قرآن جو کچھ کہتا ہے اس کی آفاقی حیثیت سے بھی ہم کو باخبر کرتا ہے۔ کیونکہ آفاقی صداقت کے بغیر حقیقی معنویت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ پہلی اور بنیادی حقیقت یہ بیان فرمائی گئی کہ "خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے"۔ کائنات کی ساری رونق اور دلکشی اور جاذبیت کی نمود اللہ کے نور کے سبب ہے کائنات کے گوشے گوشے میں جو ذات جاذبِ قلب و نگاہ بنی ہوئی ہے اس سے ناآشنا رہنا سب سے بڑی محرومی کی بات ہے۔ اس محرومی کا مطلب یہ ہے کہ ہم آسمان اور زمین کو دیکھ کر بھی نہیں دیکھ سکے اور کائنات جو سب سے بڑا راز ہم پر کھولنا چاہتی ہے اس سے ہم ناآشنا رہے۔ کائنات اور اس کی ہر چیز اور اس کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اس کے لئے وقف ہیں کہ ہم خدا کی عظمت اور اس کی محبوبیت سے واقف ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے قلوب خدا کے بجائے کسی اور کے آگے جھک رہے ہوں۔

اس کے بعد خدا نے اپنے نور کی تمثیل بیان فرمائی۔ اور بتایا کہ اس کا نور کس طرح قلب مومن میں جگمگاتا اور روشن رہتا ہے۔ مومن کے دل کو نہ صرف یہ کہ خدا کی ذات و صفات کی طرف رہنمائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل ہوتی ہے بلکہ وہ کسی اور چیز سے نہیں خدا کے نور سے معمور اور روشن رہتا ہے۔ خدا نے اپنے نور کی جو تمثیل پیش کی ہے وہ قلب مومن کے پیش نظر فرمائی ہے۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ آگے فرمایا گیا ہے:

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ — اللہ اپنے نور کی ہدایت جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔

اور مقابل کی تمثیلیں جو اہلِ کفر کے سلسلہ میں پیش فرمائی ہیں ان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ایک تمثیل میں اگر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (روشنی پر روشنی) فرمایا تو مقابل کی تمثیل میں

ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ — تہ بہ تہ تاریکیاں جمع ہیں

ارشاد ہوا ہے۔ ایک تمثیل میں اگر یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت بخشتا ہے) آیا ہے تو دوسری تمثیل میں وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (جسے اللہ نے روشنی نہیں دی اس کے لئے پھر کوئی روشنی نہیں) کہا گیا ہے۔

اسی طرح پہلی تمثیل میں اگر مَثَلُ نُوْرِهٖ (اس کے نور کی تمثیل) کے الفاظ آئے ہیں تو دوسری تمثیل میں وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا (رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل صحرا میں سراب کی طرح ہیں کہ پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے کچھ بھی نہ پایا) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان سے اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اہل کفر کے اعمال اگر سراب محض یا تاریکیاں ہیں تو جو نور اور آرزو کی شے اہلِ ایمان کے حصے میں آئی ہے وہ ایسی نہیں ہے۔ جیسے تشنہ لب کے لئے سراب ہوتا ہے اور نہ وہ تاریکیوں کی طرح کوئی وحشتناک چیز ہے۔ اس نور کا رشتہ مومن سے ایسا گہرا اور قریبی ہوتا ہے جیسا رشتہ اور تعلق آدمی کا اس کے اعمال کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث قدسی سے بھی اس کی تصدیق ہوتی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور میں جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے

وہ چلتا ہے۔" (بخاری)

بعض روایات میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

وَفُؤَادَهُ الَّذِیْ یَعْقِلُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِیْ یَتَكَلَّمُ بِهٖ — اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ باتیں کرتا ہے۔

(احمد، حاکم، طبرانی)

...ب خاص کی وجہ سے بندے کا ہر عمل خدا کی پسند اور اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ بندے کے اعمال ...نائے الٰہی کا اظہار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بات بندے کے لئے کس درجہ وجد انگیز ہوتی ہے اس کا ...ہار الفاظ میں ممکن نہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ مثل نورہ کو مثل نورہ فی قلب المومن (قلب مومن میں اس کے ...ی تمثیل) پڑھتے تھے۔ یہ قرأت دراصل تاویل آیت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کعب بن مالک کا بھی اس سلسلہ میں مثل نورہ فی قلب المومن ہی نقل ہوا ہے۔

سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا مثل نورہ سے مراد اس نور کی حالت و صفت جو خدا نے مومن کو عطا فرمایا ہے۔

نور کی تمثیل کے اجزاء پر غور کریں تو کئی قیمتی پہلو سامنے آتے ہیں۔ خدا نے اپنے نور کی تمثیل پیش ...ہوئے فرمایا کہ ایک چراغ ہے جو طاق میں ہے۔ یعنی بلندی پر ہونے کی وجہ سے اس کی روشنی پرے ...دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ انسان کے اندر دل وہ بلند مقام ہے جہاں سے روشنی اس کے سارے باطن کو منور کر سکتی ہے۔ پھر چراغ اگر شیشے یا قندیل کے اندر ہو جیسا کہ تمثیل میں فرمایا گیا ہے ...یا طوفان سے اس کے بجھنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور اس طرح چراغ کی لو منتشر اور مضطرب بھی ...ہوتی اور نہ اس کی تابانی میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

دل کا بھی یہی حال ہے۔ ایمان کی قوت سے اگر وہ ڈانواڈول نہ ہو تو نورِ حق کے چراغ کے بجھنے ...خوف نہیں رہتا۔ قندیل کے بارے میں فرمایا کہ وہ دمکتے ہوئے تارے کی مانند چمک رہا ہے شیشہ ...ہو تو روشنی کے لئے حجاب بن جاتا ہے۔ اسی لئے باطن کی صفائی کی طرف پوری توجہ دینے کی ضرورت ...وس کی گئی ہے۔

پھر تمثیل میں بتایا گیا ہے کہ چراغ مبارک شاداب درخت زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے۔ ...ہی ایسا کہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ وسط باغ کا ہے۔ ایسے درختوں کے پھل اچھے ہوتے ہیں جن سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل کیا ہوا روغن اتنا شفاف ہوتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ آگ کے چھوئے بغیر وہ بھڑک اٹھے گا
طرح کی خرابیوں سے پاک مومن کی فطرت ہی وہ روغن ہے جو تمازت حق سے بھڑکتا اور مومن کے وجو
سراپا نور بنا دیتا ہے۔ مومن کی فطرت بذات خود ایک نور ہے۔ یہی نور نورِ حق سے مل کر نور علیٰ
بن جاتا ہے۔

پھر تمثیل میں جس طاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کسی صنمکدے یا مے خانے کا طاق نہیں ہوگا۔
بلکہ ان گھروں کے طاق ہیں جن کے انہدام کا نہیں بلکہ اللہ نے انھیں بلند کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی جو
گھر نہیں بلکہ معابد ہیں جن میں صبح و شام خدا کی تسبیح کی جاتی ہے اور تسبیح کرنے والے بھی ایسے ہیں جو خدا
سے غافل نہیں ہوتے۔ خدا کی یاد اور نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی سے ان مردانِ خدا کو دنیا کی کوئی مصروفیت
نہیں کر سکتی۔ یہ مردانِ خدا وہی ہیں جو خدا سے فضلِ مزید کی امید رکھتے ہیں جس سے خدا انھیں اس
نوازے گا جو بڑا ہی سخت دن ہوگا لیکن وہ دن ان مومنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر طلوع ہوگا۔
یہ دن تو اصلاً آئے گا ہی اس لئے کہ اہلِ ایمان کو ان کے بہترین اعمال کا صلہ مل سکے۔ اس دن کی طرف
حقیقت کے لحاظ سے اپنے صلہ کی طرف بڑھتا ہے۔ حاصل یہ کہ جو قلوب نورِ حق کے لئے مشکوٰۃ
کا کام دے رہے ہیں وہ ہر قالب میں نہیں پائے جاتے بلکہ ایسے قلوب تو مومن ہی کے سینے
ہو سکتے ہیں۔

اہلِ ایمان کے بالمقابل کفار کا حال یہ ہے کہ ان سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اس میں کوئی خیر
ہوتا۔ ان کے اعمال فطرت سے بے گانہ ہوتے ہیں، جب کہ اہلِ ایمان کے اعمال و اخلاق کا تعلق
قلب اور فطرت سے ہوتا ہے۔ اس لئے مومن کی تمثیل میں اثرات و اعمال کا ذکر بعد میں کیا گیا۔
موثر کا ذکر فرمایا گیا۔ اس کے برعکس اہل کفر کی تمثیل میں اثرات و اعمال کا ذکر پہلے کیا گیا۔ اس
ان کے پاس ان کی اپنی بداعمالیوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں جس کو نمایاں کرنا ضروری سمجھا جاتا۔

تشبیہ کی بلاغت دیکھیں۔ سراب کے ساتھ قیعۃ کی بھی قید موجود ہے۔ (قیعۃ) ایسے
میدان کو کہتے ہیں جہاں حیوانی اور نباتی وجود کا نام و نشان تک نہ ہو۔ دو کر الفاظ میں محلِ
ایسا سنسان صحرا ہے جو بالکل بے آب و گیاہ ہے اور ہر طرح کی نباتی و حیوانی زندگی سے خالی ہے
جا رہا ہے کہ جس طرح محل سراب زندگی کے آثار اور شادابی سے خالی ہوتا ہے وہی حال کفار کے
کا ہے۔ جو بالکل مردہ ہوتے ہیں۔ ان میں زندگی کی کوئی رمق نہیں پائی جاتی۔ ان کے اعمال کے پیچھے
حقیقی شے کی کارفرمائی نہیں ہوتی۔ ان کے اعمال فریب محض ہوتے ہیں جن سے کفار توقعات

گاتے ہیں لیکن یہ توقعات کبھی پوری ہونے کی نہیں۔

پھر یَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً (پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے) کے الفاظ نے تمثیل کو مزید بامعنی
ہے۔ اگر پیاس نہ ہو تو پانی کے سراب ثابت ہونے میں چنداں قباحت نہیں لیکن اگر پیاس کی شدت
بے تاب شخص سراب کو پانی سمجھ کر اس کے پاس پہونچے اور وہاں کچھ نہ پائے تو اس کی مایوسی کا کیا
ہوگا۔ پیاس تو ایک حقیقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سراب پانی کا بدل کیسے
ہے۔ یہی حال کفار کے اعمال کا ہے۔ یہ اعمال جن پر انھیں بھروسہ ہے، کہ ان کے ذریعہ سے ان کی
پیاس بجھ سکے گی فریب محض ثابت ہوں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ باری تعالیٰ کی تجلی کا ذکر کرتے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم لا کر پیش کی جائے گی جس کی شکل بالکل سراب کی سی ہوگی
نصاریٰ سے سوال کیا جائے گا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: پانی پینا چاہتے ہیں۔ کہا جائے
پیو۔ وہ جہنم میں ٹوٹ پڑیں گے۔ ظاہر ہے جہنم میں تشنگی بجھنے کے بجائے اس کی شدت فزوں سے
تر ہوتی جائے گی۔

کفار سے متعلق دوسری تمثیل پر غور کریں۔ اہل کفر وہ ہیں جنھوں نے روشنی کے مقابلہ میں تاریکیوں
کیا۔ وہ گوناگوں تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جن سے وہ نکلنا بھی نہیں چاہتے۔ گہرا سمندر،
موج کے اوپر موج کا اٹھنا اور پھر اوپر گھرے ہوئے بادلوں کا ہجوم جس سے تاریکی حد درجہ بڑھ گئی ہے
وحشت ناک منظر ہے۔ کفار تاریکیوں میں ہیں پھر وہ جتنا آگے بڑھتے ہیں تاریکیاں بھی اسی نسبت سے
جاتی ہیں۔ غرضیکہ ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے جس کے اندر وہ زندگی گذار رہے ہیں۔
مومن کی زندگی میں نور ہے جو حیات کی علامت ہے اہل کفر کا مقدر ظلمت ہے جو بلاد موت کی ہولناکی کی تصویر
ایک اور پہلو سے دیکھیں۔ پیاسے کو جہاں پانی نظر آ رہا ہے جب وہ وہاں پہنچا تو پانی کی بجائے اس نے
خدا کو موجود پایا جس نے حساب چکا دیا کہ سراب کے سوا ان کے حصہ میں کچھ نہیں ہے حساب تو قیامت کے دن
لیکن قیامت دور نہیں۔ وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔ حساب چکانے میں کوئی دیر نہیں۔ اعمال خود اپنے اندر قیامت چھپائے
ہیں۔ اعمال اپنا انجام اور اپنے اثرات خود اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ضرورت صرف نگاہ بصیرت کی ہے جس چیز کو کفار
ہیں وہ ناممکن ہے اور نہ دور۔ بلکہ ممکن اور بہت ہی قریب ہے۔ دوری حقیقی نہیں اضافی ہے۔ زہر اور موت
کے نہیں۔ زہر کے اندر ہی موت کا سامان موجود ہوتا ہے۔
اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ سورہ نور کی مذکورہ آیات کے چند پہلو ہیں جنھیں اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش
ہے حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی بلاغت اور اس میں جو معنوی حقائق بیان ہوئے ہیں ان کا احاطہ کرنا انسانی طاقت
سے باہر کی چیز ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خصوصیات قرآن کا وسیع دائرہ

سلطان احمد اصلاحی

اللہ سبحانہ، تعالیٰ نے اپنی ذات کی صحیح معرفت اور اس کی ادائیگی کی ٹھیک پہچان کے لئے اپنے اسماء و صفات بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح قرآن و حدیث میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بہت سے اسماء و خصوصیات کا ذکر ملتا ہے، جن کی حقیقت تفصیل سے سمجھ کر ہی ہم آپ کے حقوق صحیح طور پر ادا کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ بعینہٖ یہی معاملہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملنے والی کتاب مبارک، قرآن حکیم کا ہے کہ اس نے اپنے بہت سے اسماء و خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع پر غالباً سب سے پہلے تفصیل سے لکھنے کا خیال علامہ الہم مولانا حمید الدین فراہیؒ کو آیا جنہوں نے "اوصاف القرآن" کے عنوان سے ایک رسالہ اس پر مرتب کرنا چاہا تھا لیکن جو غالباً ان کے دوسرے بہت سے کاموں کی طرح تشنۂ تکمیل ہی رہا۔ حق یہ ہے کہ جس طرح خدا اور رسول کے حقوق کی صحیح ادائیگی ان کے اسماء و صفات کے واقعی شعور کے بغیر ممکن نہیں کتاب اللہ کے حقوق کی صحیح پہچان بھی اس کے اوصاف و خصوصیات کی صحیح معرفت پر منحصر ہے۔ زیر نظر مضمون میں قرآن کے بعض اوصاف و خصائص کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ "اوصاف القرآن" کے موضوع پر الگ سے تفصیل سے لکھا جائے گا۔ اس کی روشنی میں قرآن کی صرف تلاوت اور حصول برکت کے مروجہ تصور کی غلطی کو بھی آسانی کے ساتھ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ (س)

زمانہ کی عجیب نیرنگی اور ستم ظریفی ہے کہ دنیا میں مرضیات الٰہی کا اپنی آخری وسعتوں کے ساتھ ع
بلند کرنے والی برگزیدہ شخصیتوں —— حضرات انبیاء، علیہم الصلوٰۃ والتسلیم —— کو کچھ ہوشیار لوگ انہ
محدود اور تنگ معنی میں "روحانی پیشوا" باور کرانے میں کامیاب ہوئے۔ اور انسانوں کی عظیم اکثریت
کمال سادہ لوحی کے ساتھ ان کے اس فیصلے کو آمنا صدقنا، کہا۔ ابنیائی فہرست آخری نبی صلی اللہ
کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ نتیجے کے طور پر دیگر انبیاء و رسل ؑ کی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم "روحانی
قرار پائے تو آپ کے ہاتھوں لائی ہوئی کتاب، ہدایت ربانی کے آخری ایڈیشن کو بھی لوگوں نے ایک خا
اور محدود معنی میں "مذہبی صحیفہ" سمجھا۔ جس کا زیادہ سے زیادہ کوئی مقصد ہو سکتا تھا وہ یہ کہ م

نوں میں وہ انسان کا خدا سے رشتہ جوڑ دے۔ اس دنیا سے ہٹ کر لوگوں کو کچھ "دوسری دنیا" کی باتیں
ے اور ان کے اندر کچھ اعلیٰ اخلاق اور اوصاف کی آبیاری کر دے۔ حالانکہ اعلیٰ پیمانے اور بہت ہی مضبوط
ں پر زندگی کی اخلاقی و روحانی پہلوؤں کی تکمیل کے ساتھ، مادی پہلوؤں سے بھی زندگی کی تنظیم
اسی، سماجی اور معاشی ہر پہلو سے اس کی ترتیب و تنسیق کو وہ اسی طرح اپنا موضوع و مقصود
ہے۔ چنانچہ اپنے خصائص کے بیان میں اس نے اپنی معنوی اور روحانی حیثیت کے ساتھ زندگی
نظم اور اس سے تعلق رکھنے والی اپنی اوصاف و خصوصیات کو بھی اسی اہتمام کے ساتھ بیان
اور مختلف پہلوؤں سے اس کی وضاحت کر دینے کے ساتھ اس کے سلسلے میں کسی قسم کی
ر ابہام کو باقی نہیں رہنے دیا ہے۔

پیغام:

اس سلسلے میں سب سے پہلے جو چیز توجہ طلب ہے وہ قرآن کا عموم اور اس کی عالمگیری ہے۔
تیجے میں وہ پوری انسانی برادری کو اپنا مخاطب قرار دیتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ زندگی
و نقشہ اس کے پیش نظر ہے اور گروہ انسانیت کو دنیا و آخرت کی ہمہ جہتی فلاح و کامرانی کی جس
وہ گامزن دیکھنا چاہتا ہے اس کے تخاطب کی اس وسعت اور عموم کے ساتھ اس سے حامل
پیغام بھی اسی طرح وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ جب اس کتاب کا تخاطب رنگ و نسل کی قید سے
ی و جغرافیائی حد بندیوں سے پرے ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کا عطا کردہ ضابطہ
ی طرح مکمل اور ہمہ جہت ہو۔ چنانچہ وہ صاف اور صریح لفظوں میں کہتا ہے کہ اس کا نزول تمام
کے لئے ہوا ہے اور قرآن کسی تخصیص اور تحدید کے بغیر جملہ معاملات زندگی میں ان کے لئے ہدایت
سامان فراہم کرتا ہے۔

رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ
آنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ
دَىٰ وَالْفُرْقَانِ
(البقرہ: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں کہ قرآن اترا، اس میں ہدایت کا سامان ہے (جملہ معاملات زندگی میں دنیا کے) تمام انسانوں کے لئے رہنمائی کی کھلی باتیں اور فیصلہ کن چیز۔

نًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ
كْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلًا (اسراء: ۱۰۶)

اور قرآن جس کے ہم نے الگ الگ ٹکڑے رکھے تاکہ تم اسے پڑھ کر سناؤ (دنیا کے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام انسانوں کو وقفہ وقفہ سے اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا۔

اس کتاب کے ذریعہ مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کا نذیر (ڈرانے والا) بھیجا گیا ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (اسراء: ۱۰۶)

انتہائی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کن چیز (قرآن) اتارا تاکہ وہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ڈرانے والا بنے۔

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ (انعام: ۱۹)

اور میرے پاس وحی کی گئی ہے اس قرآن کی تاکہ میں اس کے ذریعہ تم کو ڈراؤں بساتھ ہی ہمیشہ کے لئے ان تمام لوگوں کو جن کو یہ بات پہنچے۔

إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ (زمر: ۴۱)

ہم نے یہ کتاب تمہارے اوپر اتاری ہے (دنیا کے) تمام انسانوں کے لئے حق کے ساتھ۔ پس جو کوئی راہ پکڑے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو گمراہ ہوگا اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا اور تم ان پر چوکیدار نہیں ہو۔

پورے قرآن کی پیروی

قرآن کے مطالب پر ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سک... عام رائج معنوں میں، خدا اور بندے، تک محدود نہ ہو کر پوری انسانی زندگی کے لئے دستور... مکمل ضابطۂ حیات عطا کرتی ہے۔ اس میں اگر ایک طرف انسان کو ہر طرف سے کٹ کر... خدا کے لئے یکسو ہونے، اس سے اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے، اس کی یاد کو... دل میں بسائے رکھنے، اسی طرح فضائل اخلاق سے آراستہ ہونے اور ان تمام چیزوں کو... اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے ان سے مجتنب رہنے کی تلقین کی گئی ہے، تو اسی کے پہلو بہ پہلو...

...نظم اور انسان کی سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی سے متعلق تفصیلی احکام و ہدایات بھی فراہم کی گئی ہیں ...کتاب کے اندر ہمیں صرف توحید، رسالت اور آخرت ہی کے مضامین دیکھنے کو نہیں ملتے، نیکیوں اور ...ائیوں کی تلقین اور برائیوں ہی سے بچنے کی بات نہیں ملتی، بلکہ اس کے ساتھ ہی نکاح و طلاق، وراثت ...یات، حدود و قصاص، صلح و جنگ اور حکومت و سلطنت سے تعلق رکھنے والے تفصیلی قوانین ...وابط بھی بیان کئے گئے ہیں۔ بارگاہ رب العزت کی طرف سے پہلے دن سے یہ اعلان کردیا گیا تھا کہ ...کتاب —— قرآن —— کی صورت میں زندگی کا جو مکمل دستور العمل تم کو دیا جارہا ہے کسی تجزیہ و تقسیم ...تحدید و تخصیص کے بغیر اول سے آخر تک تمہارے لئے اس کی پیروی ضروری ہے۔ تنہا یہی وہ ...ہے جو انسان کو رحمت ایزدی سے ہمکنار کرسکتی ہے:

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (انعام: ۱۵۵)

یہ کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی پس تم (کسی تجزیہ و تقسیم کے بغیر) اس کی پوری پوری پیروی کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (اعراف: ۳)

پیروی کرو (پوری پوری) ان تمام باتوں کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتاری گئی ہیں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز نہ بناؤ، تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (زمر: ۵۵)

پیروی کرو ان تمام بہترین باتوں کی جو تم تک اتاری گئی ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تم کو کچھ خبر نہ ہو۔

...کے نمائندہ کی حیثیت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بار بار اسی کی تاکید کی گئی:

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (انعام: ۱۰۶)

پیروی کرو ان تمام چیزوں کی جو تمہارے رب کی طرف سے تم تک وحی کی گئی ہیں اور مشرکوں سے کچھ سروکار نہ رکھو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس وضاحت کے ساتھ کہ یہ راستہ کچھ آسان نہیں۔ قرآن کے دکھائے ہوئے طر[illegible] زندگی اور اس کے عطا کردہ ضابطۂ حیات، کے حق میں لوگ اپنے پسند کردہ نظامہائے حیات [illegible] آسانی کے ساتھ دست بردار ہونے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اس لئے صبر واستقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے بغیر اس راہ پر ثابت قدمی نہیں دکھائی جا سکتی:

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ

(یونس: ۱۰۹)

اور پیروی کرو اس پورے نظامِ زندگی کی جس کی تم تک وحی کی جا رہی ہے اور جمے رہو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ہو جائے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ

(شوریٰ: ۱۵)

پس اس لئے (تم لوگوں کو) بلاؤ (دین کی طرف) اور جم جاؤ جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور کہو کہ میں ایمان رکھتا ہوں پوری پوری اس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے۔

خدا تعالیٰ کی ذات پر غیر معمولی اعتماد و توکل کے ذریعہ ہی اس منزل کو سر کیا جا سکتا ہے۔ سو[illegible] احزاب میں معاشرتی زندگی سے متعلق وہ تعلیمات بیان کی گئیں جو اس وقت کے سماجی ڈھانچے کے لئے [illegible] صورت قابل قبول نہ تھیں۔ چنانچہ اس کے آغاز ہی میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید کر دی گئی کہ:

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۞ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا

(آیت: ۳۰)

اور پیروی کرو ان تمام باتوں کی جو تم تک وحی کی جا رہی ہیں تمہارے رب کی طرف سے بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور کافی ہے جو اللہ نگراں ہے۔

خصوصیات قرآن کا وسیع دائرہ

اس بنیادی حقیقت کے اظہار کے ساتھ ہی اس کتاب نے قدم قدم پر اپنی وہ خصوصیا[ت] بیان کی ہیں جو انسانی زندگی کے اندر اس کے وسیع دائرہ کار کا پتہ دیتی ہیں۔

[illegible]گیر تعلیمات

ان میں پہلی نمایاں ترین چیز اس کتاب کی ہمہ گیری اور اس کی ہمہ جہت تعلیمات ہیں۔ قرآن نے [بے] شمار مقامات پر اپنا یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ حقائق کو کھولنے والی کتاب "کتاب مبین" ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ

(مائدہ: ۱۵)

اے اہل کتاب تمہارے پاس آگیا ہے ہمارا رسول جو تمہارے لئے کھول رہا ہے ان بہت سی باتوں کو جو تم چھپاتے تھے (اپنی) کتاب (توراۃ) سے۔ جب کہ وہ بہت سی چیزوں کو نظر انداز کرتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کھلی کتاب آگئی ہے۔

قریب کے ادوار میں مختلف اسباب وعوامل کے تحت فکر اسلامی پر پژمردگی واضمحلال کی جو [کیف]یت چھائی رہی ہے، اس کے نتیجے میں اغیار ہی نہیں بہت سے اپنے لوگ بھی، قرآن حکیم کے اس طرح [کے] بیانات کو ایک خاص دائرے میں محصور کر دینے کے عادی رہے ہیں۔ تفسیر کی بہت سی مسندوں [اور] حلقہہائے درس میں بھی قرآن کے "کتاب مبین" ہونے کا مطلب غالباً کم ہی اس سے آگے بڑھتا [ہو]گا کہ یہ ایسی کتاب ہے جو انسان کی انفرادی زندگی یا زیادہ سے زیادہ اس کے اخلاقی اور سماجی مسائل [سے] متعلق احکام و ہدایات فراہم کرتی ہے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب کہ فکر اسلامی تازہ اور جاندار [تھی]، امت کا ذہن اس سلسلے میں بالکل صاف تھا اور وہ اس کے دائرے کو جملہ معاملات زندگی تک وسیع [سمجھ]تی تھی۔ مفسر ابن جریر نے آیتِ کریمہ میں 'کتاب مبین' کے معنی یہ بیان کئے ہیں:

"وكتاب مبين يعني كتابا فيه بيان ما اختلفوا فيه بينهم من توحيد الله وحلاله وحرامه وشرائع دينه وهو القرآن الذي انزله على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم يبين للناس جميع ما بهم الحاجة من امر دينهم ويوضحه

"کتاب مبین" اور "کھلی ہوئی کتاب" یعنی وہ کتاب جس میں وضاحت ہے ان باتوں کی جن کے سلسلے میں لوگ (اہل کتاب) باہم بڑے اختلافات کا شکار تھے۔ اللہ کی وحدانیت اس کی حلال کردہ چیزیں اور حرام ٹھہرائی ہوئی چیزیں اور اس کے دین کے تفصیلی قوانین۔ اور یہ قرآن جسے اس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے جو لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لهم حتى يعرفوا حقه من باطله[۱]"

کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے ان تمام باتوں کو جن کی انھیں ضرورت ہے اپنے دین کے معاملہ میں اس چیز کو وہ ان کے سامنے واشگاف انداز میں رکھ دیتا ہے تاکہ حق کو باطل سے ممیز کر لینے میں ان کے لئے کوئی کھٹکا نہ رہے۔

آگے کی آیتِ کریمہ میں بھی اس کتاب کا اسی طرح کا ایک وصف بیان کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی خوشنودی چاہنے والوں کو 'سلامتی کے راستوں' کی رہنمائی کرتا اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر 'روشنی' سے ہمکنار کرتا ہے:

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۔

(مائدہ: ۱۶)

اللہ اس (کتاب) کے ذریعہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں، سلامتی کے راستوں کی راہنمائی کرتا ہے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر اجالے میں لاتا ہے اپنے حکم سے۔ اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن کے اس بیان کو بھی عام طور پر محدود اور تنگ معنی ہی میں لیا جاتا ہے جس کا زیاد[ہ]
سے زیادہ منشا ہوتا ہے کہ آدمی ایک خاص دائرے میں دینی زندگی بسر کرے اور خدا سے اپنا تعل[ق]
جوڑ کر اپنے کو جنت کا مستحق بنا لے۔ جب کہ آیتِ کریمہ میں 'سلامتی کے راستوں' کی بات ع[ام]
اور مطلق ہے اور دیگر مسالک و مذاہب کے مقابلہ میں اس سے اسلام بحیثیت نظام زندگی کے م[راد]
ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ آدمی اس دین کو اس کی مکمل شریعت کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لے
خدا تعالیٰ کے عطا کردہ اس آخری مکمل ضابطۂ حیات سے اپنی پوری زندگی میں سرمو تجاوز و انحراف کا مرتک[ب]
نہ ہو۔ اسی طرح 'تاریکیوں' کا مطلب پورا نظام کفر و شرک ہے جب کہ دنیا کے اندر فکر و عمل کی تمام گمرا[ہیاں]
انھیں دو دائروں میں محصور ہیں اور سیدھی راہ پانے کا مطلب ہے کہ آدمی ان تمام بے اعتدالیو[ں سے]
دامن بچا کر اپنی پوری زندگی میں اسلام کے دامن کو مضبوط تھام لے۔ گزشتہ آیت کی طرح مفسر طبری
اس آیتِ کریمہ کو بھی اسی طرح عام قرار دیا ہے۔

[۱] جامع البیان: ۶/ ۹۲۔ ۹۳

(سبل السلام) سبيل الله الذى شرعه لعباده و دعاهم اليه وابتعث به رسله وهو الاسلام الذى لا يقبل من احد عملا الا به لا اليهودية ولا النصرانية ولا المجوسية (ويخرجهم من الظلمات الى النور) يهدى الله بهذا الكتاب المبين من اتبع رضوان الله الى سبل السلام وشرائع دينه (من الظلمات) يعنى من ظلمات الكفر والشرك الى نور الاسلام وضيائه (ويهديهم الى طريق مستقيم) ويرشدهم ويسددهم الى طريق مستقيم وهو دين الله القويم الذى لا اعوجاج فيه[۱]

"سبل السلام" "سلامتی کے راستے" یعنی اللہ کا راستہ جسے اس نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیا ہے اور اس کی پیروی کی انھیں دعوت دی ہے اور اسی کا پیغام دے کر اپنے تمام رسولوں کو بھیجا ہے، اور یہ اسلام ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کی طرف سے کسی عمل کو قبول نہیں کرے گا خواہ وہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا مجوسیت (یا کوئی اور چیز) "ويخرجهم من الظلمات الى النور" اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس واضح کتاب کے ذریعہ جو اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں ان کی سلامتی کے راستوں اور اپنے دین ...... کے تفصیلی قوانین ... کی طرف رہنمائی کرتا ہے "من الظلمات" تاریکیوں سے نکال کر۔ یعنی کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنی اور اس کی ضیاباری کی طرف "ويهديهم الى طريق مستقيم" اور ان کی رہنمائی کرتا ہے سیدھے راستے کی طرف" یعنی انھیں راہ بتاتا ہے اور صحیح رہنمائی دیتا ہے سیدھے راستے کی طرف اور یہ اللہ کا راستی کا دین ہے جس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھ نہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں قرآن کے روشنی (نور) اور حقائق کو کھولنے والی کتاب (کتاب مبین)

[۱] حوالہ سابق ص ۹۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے تین فائدے بیان کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی خوشنودی کے طلب گاروں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے[1]۔ اپنے حکم و مرضی سے انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے[2] اور زندگی میں انھیں سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے[3]۔ ہمارے زمانے کے ایک وسیع النظر مفسر[4] قرآن نے اس کے پہلے فائدے "سلامتی کے راستوں کی طرف رہنمائی" کی یہ وسیع اور جامع تشریح کی ہے جس نے آخرت کے علاوہ پوری انسانی زندگی اور اس کے اندر آدمی کی ہمہ جہت مصروفیات کا احاطہ کرلیا ہے:

وقد ذکر اللہ لھذا النور ثلاث فوائد (الاولی) انه یھدی به اللہ من اتبع رضوانه سبل السلام، ای من اتبع منھم ما یرضیه تعالی بالایمان بھذا النور یھدیه ــــ ھدایة دلالة تصحبھا العنایة والاعانة ــــ الطرق التی یسلم بھا فی الدنیا والآخرة من کل ما یردیه ویشقیه فیقوم فی الدنیا بحقوق اللہ تعالی و حقوق نفسه الروحیه والجسدیة وحقوق الناس فیکون متمتعا بالطیبات مجتنبا للخبائث، تقیا مخلصا، صالحا مصلحا ویکون فی الآخرة سعیدا منعما. جامعا بین النعیم الحسی الجسدی والنعیم الروحی العقلی وخلاصة ھذه الفائدة انه یتبع دینا یجد فیه جمیع الطرق الموصلة الی ما تسلم به النفس من شقاء الدنیا والآخرة، لانه دین السلام والاخلاص للہ ولعبادہ، دین المساواۃ والعدل، والاحسان والفضل[1]

اللہ تعالیٰ نے اس نور کے تین فائدے بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ اللہ اس کے ذریعہ جو اس کی خوشنودی کی پیروی اختیار کرتے ہیں، انھیں سلامتی کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی جو کوئی اس نور پر ایمان لاکر اس چیز کی پیروی اختیار کرتا ہے جو اللہ کو خوش کرنے والی ہے تو وہ اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ رہنمائی جس کے ساتھ اس کی خاص توجہ اور مدد شامل ہوتی ہے ــــ ان راستوں کی طرف جن کے ذریعہ وہ دنیا و آخرت میں ہر اس چیز سے بچ جاتا ہے جو اسے نامرادی اور محروی سے ہمکنار کرنے والی ہو۔ چنانچہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنے نفس کے روحانی وجسمانی حقوق اور انسانوں کے حقوق ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔ وہ دنیا کی حلال و پاک چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور حرام و ناپاک سے دامن کش رہتا ہے، اللہ سے ڈرنے والا، اس کے لئے یکسو، نیکی کے راستے پر عمل پیرا اور دوسروں کو اس کی طرف بلانے والا۔ اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ آخرت کے اندر بھی خوش بخت اور اللہ کی نعمتوں سے شاد کام ہوتا ہے۔ حسی اور جسمانی اور عقلی اور روحانی دونوں طرح کی نعمتیں اسے بیک وقت حاصل ہوتی ہیں۔ اس فائدہ کا خلاصہ یہ کہ اس طرح سے وہ ایسے دین کی پیروی کرتا ہے جس میں اسے وہ تمام راستے مل جاتے ہیں جن پر وہ چل کر دنیا و آخرت کی ہر طرح کی بدبختیوں سے بچ جاتا ہے اس لئے کہ یہ سلامتی کا دین ہے۔ اللہ کے لئے یکسوئی اور اس کے بندوں کے لئے بے لوثی کا دین۔ عدل وانصاف اور مساوات کا دین جس میں خوب کاری اور حسن سلوک اور فضل واحسان کا دور دورہ ہوتا ہے

یہی بات ہے جو قرآن نے دوسرے مقام پر نسبتاً اختصار کے ساتھ اپنے مقصد نزول کو بیان کرتے ہوئے کہی ہے:

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ (بقرہ: ۱۸۵)

دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا سامان ہدایت و رہنمائی کی کھلی ہوئی باتیں اور فیصلہ کن چیز

لوگوں کے لئے رہنمائی اور رہنمائی کی کھلی باتیں، قرآن کا یہ وصف اور خصوصیت بھی، جسے عام طور پر محدود اور تنگ معنوں میں لیا جاتا ہے، اپنے اندر یہی عموم اور وسعت رکھتا ہے۔ جس کے مضمرات میں دین کی عام اور معروف باتیں ہی نہیں بلکہ حدود و فرائض اور حلال و حرام کا پورا نظام شامل ہے:

واما قوله ھدی للناس فانه یعنی رشادا للناس الی سبیل الحق وقصد المنهج واما قوله بینات

اللہ تعالیٰ کا قول "ہدی للناس" انسانوں کے لئے ہدایت کا سامان، تو اس کا مطلب ہے کہ یہ (قرآن)، لوگوں کو حق کے راستے اور صحیح طرز حیات

---

[1] تفسیر المنار: ۶/۳۰۵

© rasailojaraid.com